شبع الأبكار بسبع الأذكار

از

سراج المحققین حضرت مولانا محمد سراج الحق صاحب سراج مچھلی شہری ثم الہ آبادی

ناشر

مجلس ترجمان حق (الھند)

تمہید

اس عنوان کے تحت حضرت جدِ مجدؒ نے اپنے علمی ترکہ میں ایک مفصل قلمی یادداشت چھوڑی تھی، جس میں قرآن وحدیث سے منقول وثابت تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر، حوقلہ، استغفار اور صلاۃ وسلام کے صیغے اور الفاظ جمع کرنے کی سعی اور اہتمامِ بلیغ کیا تھا۔ یہ اُسی تفصیلی یادداشت کا اختصار ہے جو اس سے قبل ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ جمادی اولیٰ ۱۳۹۳ھ میں زیر عنوان ''اذکارِ خمسہ'' (بل کہ اذکارِ سبعہ) طبع ہوکر شائع ہو چکا ہے۔

اس وظیفہ کے پڑھنے کی ترتیب یہ ہوسکتی ہے، مثلاً:

☆ شنبہ: استغفار (أستغفر الله ربی) پڑھیں۔

☆ یک شنبہ: تسبیح (سبحان الله) پڑھیں۔

☆ دوشنبہ: تحمید (الحمدلله) پڑھیں۔

☆ سہ شنبہ: تہلیل (لا إله إلّا الله اور ۱۰/ بار پڑھ کر محمد رسول اللهﷺ) پڑھیں۔

☆ چہارشنبہ: تکبیر (الله أکبر) پڑھیں۔

☆ پنج شنبہ: حوقلہ (لاحول ولاقوة إلا بالله العلی العظیم/العزیز الحکیم) پڑھیں۔

☆ جمعہ: صلاۃ وسلام پڑھیں۔ (درود وسلام کا اہتمام ''مختصر زاد السعید'' سے بھی کیا جاسکتا ہے)

مجد القدوس خبیب رومی

اذ کارِ سبعہ

مقدس طریق علاج

(ہولیو پیتھک)

☆سبحان اللہ ☆الحمد للہ ☆لآ إلٰہ إلاّ اللہ ☆أللہ أکبر

☆لا حول ولا قوۃ إلا باللہ ☆أستغفر اللہ ☆صلی اللہ علیہ وسلم

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر وَلَا حَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ۔ یہ کلمہ تمجید کہلاتا ہے۔

۱۔ مسطورۂ بالاعبارت عموماً ''کلمہ تمجید'' کہلاتی ہے۔اُمت کے ہر طبقہ نے اس کی پذیرائی بڑے اہتمام سے کی۔ بچوں کو اسے تیسرا کلمہ کہہ کر یاد کرایا۔ اہل اللہ نے اسے ذکراللہ جان کرمجموعی کلمہ کی بھی اوراس کے مقررہ اجزاء کی بھی تسبیحیں پڑھنے کا معمول بنایا۔ پھر تمام ہی مسلمانوں نے انتہائی تعجب پر سبحان اللہ،شکر کے موقع پر الحمدللہ، ٹھنڈی لمبی سانس لیتے وقت لاالہ الا اللہ،غضب مع التعجب کے محل پر اللہ اکبر اور نفرت وحقارت ظاہر کرنے کے لیے لاحول ولاقوۃ الا باللہ بے ساختہ کہہ اُٹھنا معاشرہ نے شعار سا بنالیا ہے۔ میں بھی اس وقت اس سلسلہ میں چند باتیں عرض کرتا ہوں۔

ایک یہ کہ پوری عبارت کوئی ایک جملہ نہیں؛ بل کہ یہ الگ الگ مستقل ذکر ہیں اور بے انتہا بابرکت اور پُر حکمت کلمات ہیں، جن کو اپنے محدود علم و فہم کی حد تک کچھ تفصیل سے آگے لکھوں گا۔

دوسرے یہ کہ ہم مسلمانوں کی افسوسناک روایتی سرد مہری بل کہ ''سردرُوحی'' کی وجہ سے جب نماز جیسی نعمت جو فرض خداوندی ہے، جو رسولؐ اور متبعین رسولؐ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، جو کلماتِ عظمت و کبریائی اور حرکاتِ تذلل و اَدنائی کے آئینوں میں ایک طرف انسان کو عرفانِ رب اور دوسری طرف معرفتِ نفس کی جھلکیاں دِکھاتی اور اُس میں رویت باری کی استعداد پیدا کرتی ہے، (ایسی بے مثال عبادت بھی جب) یوں شکوہ سنج اور نوحہ کناں ہے کہ بقولِ اقبالؔ ؎

صفیں کج، دل پریشاں، سجدے بے ذوق
کہ سوزِ اندروں باقی نہیں ہے

یا ؎

گلۂ جفائے وفا نما جو حرم کو اہل حرم سے ہے
کسی بتکدے میں بیاں کروں تو صنم بھی کہے ہری ہری

تو بھلا یہ نفلی اَذکار اُن کی سرد مہری سے کیوں کر بچ جاتے؟

آہ! کہ ان اَذکار کا تلفظ، ان کا مفہوم، ان کا مقصد سب کچھ ان کی ناقدریوں، اُن کی بے التفاتیوں، اُن کی غفلتوں کے بوجھ کے تلے چیخ چلا رہے ہیں اور کوئی نہیں الاماشاء اللہ کہ اِدھر رُخ کرے۔ ناظرین معاف کریں! خدانخواستہ یہ کوئی طعنہ نہیں محض بیانِ واقعہ ہے اور معاذ اللہ! یہ الزام نہیں ایک سعیٔ اہتمام ہے۔ وما توفیقی إلّا باللہ علیہ توکلت وإلیہ أنیب

۲۔ اَذ کار کی ترتیب — جو اوپر لکھی گئی ہے — اکثر احادیث میں بھی یہی ترتیب مذکور ہے۔ یہ ترتیب یقیناً اَولیٰ اور مستحب ہے اور بعض فقہائے باطن کے نزدیک اس میں ایک لطیف باہمی ربط اور ایک عقلی ترتیب بھی موجود ہے اور کیوں نہ ہوتی کہ سیّد کونین، فخرِ موجودات، ناطقِ وحی، رسولِ عربی محمد ﷺ کی زبان حکمت ترجمان سے نکلی ہوئی ترتیب ہے؛ لیکن دوسری احادیث پر غائر نظر ڈالنے سے دو باتیں صاف سمجھ میں آتی ہیں:

(۱) ایک یہ کہ ان اذکارِ خمسہ کی مذکورہ ترتیب کوئی موکد حکم شرعی اور ناقابل تبدیل ترتیب نہیں؛ چناں چہ ایک حدیث میں ارشاد ہے: لایضرّک بأیّتھنّ بدأْتَ (تم جس ترتیب سے بھی چاہو اِن کو پڑھنا شروع کرو، کسی میں کوئی حرج وضرر نہیں)۔

(۲) دوسرے یہ کہ ہم کو اکثر احادیث میں یہی اذکار دوسری نئی ترتیب و ترکیب سے بھی ملتے ہیں، جس سے کچھ ایسا شبہ و اَندازہ ہوتا ہے کہ شاید اس تنوع سے صرف نشاطِ طبع مقصود نہیں؛ بل کہ ہر نئی ترکیب میں غرض اور تاثیر کچھ جداگانہ ہی رکھنا منظور ہے۔ ہم نمونہ کے لیے ذیل میں صرف دو اَذکار سے ترکیب پانے والے اذکارِ ماثورہ درج کرتے ہیں:

فسبّحْ بحمْدِ ربّک و استغفرْہ (میں ذکر اول/ دوم/ ششم ہے)

سبحان اللّٰہ و بحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم أستغفرُ اللّٰہ (میں اول/ دوم و اول/ ششم ہے)

سبحان اللّٰہ و الحمدللّٰہ و اللّٰہ أکبر (میں اول/ دوم/ چہارم ہے)

سبحان اللّٰہ و لَا إلٰہ إلّا اللّٰہ و اللّٰہ أکبر ینعطفن حولَ العَرش الخ (میں اول/ سوم/ چہارم ہے)

سبحان اللّٰہ و بحمدہٖ و لا حول و لا قوّ ۃ إلّا باللّٰہ (میں اول/ دوم/پنجم ہے)

سبحانک لا إلٰہ غیرک (میں اول/سوم ہے)

سبحانک اللھم و بحمدک لا إلٰہ إلّا أنت (میں اول/ دوم/سوم ہے)

لا إلٰہ إلّا أنْت سبحانک إنی کنت من الظالمین (میں سوم/ اول/ششم ہے)

لا إلٰہ إلّا اللّٰہُ الحلیمُ الکریمُ سبحانَ اللّٰہِ ربّ العرشِ العظیمِ و الحمدُللّٰہ رَبّ العالَمینَ (میں سوم/ اول/ دوم ہے)

لا إلٰہ إلا اللّٰہ و اللّٰہ أکبر (میں سوم/ چہارم ہے)

لا إلٰہ إلّا اللّٰہ و لا حول و لا قوّ ۃ إلّا باللّٰہ (میں سوم/پنجم ہے)

لا إلٰہ إلّا أنت لا شریک لک (میں سوم/ اول ہے)

و ھُو اللّٰہ لا إلٰہ إلّا ھُو، لہ الحمد فی الأولیٰ و الآخرۃ (میں سوم/ دوم ہے)

فَاعْلَم أنہ لا إلٰہ إلّا اللّٰہ و استغفر لذنبک و للمؤمنین و المؤمنات (میں سوم/ششم ہے)

نماز ہی پر نظر ڈالیے، شروع سے آخر تک تکبیر، تسبیح، تحمید، تہلیل، استغفار اَور دُرود و سلام کا مجموعہ ہے۔

۳۔ اسلام نے عقائد کی تصحیح پر بہت زور دیا ہے، خاص کر حق تعالیٰ کی ذات، صفات اور اَفعال کے بارے میں تو نہایت ہی جچے تُلے، نفیس و رفیع عقائد بتائے ہیں۔

ان اَذکار میں درحقیقت حق تعالیٰ کی ذات، صفات اور اَفعال ہی کے متعلق کچھ تعلیمات مخفی ہیں۔ انسان کو ان اذکار کے ذریعہ حق تعالیٰ کی معرفت کرائی گئی ہے اور چوں کہ معرفتِ رب کے لیے معرفتِ نفس بھی لازم ہے،؛ اس لیے میرے نزدیک عبد اَور معبود دونوں کا صحیح مقام اِنھیں سے متعین ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی ''ذات'' کے لحاظ سے باطن اور پوشیدہ، سرحدِ اِدراک سے وراء الورا ہیں؛ لیکن اپنی ''صفات'' اور اَپنے ''افعال'' کے لحاظ سے بہت ہی نمایاں اورظاہر ہیں۔ شیخ عطارؒ نے بڑے پُرجوش اَنداز میں اس ''ظہور'' کا ذکر کیا ہے:

؎ چشم بکُشا کہ جلوۂ دلدار
متجلی است از در و دیوار

ترجمہ:

؎ دیکھ! کھول آنکھ یار کا جلوا
بام و دَر سے ہے کیا پھٹا پڑتا

اس لیے حق تعالیٰ کی معرفت اُن کے افعال وصفات ہی کے ذریعہ ممکن ہے اوراس دارِ دنیا میں مومن کے لیے یہی معرفت، رویت حق کا درجہ رکھتی ہے۔ پس اذکار —سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر— کے ذریعہ تو صفاتِ حق کی اور لاالٰہ الااللہ کے ذریعہ ذاتِ حق کی اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ کے ذریعہ اَفعالِ حق کی معرفت کرائی گئی ہے۔ اس اجمال کی مختصر تفصیل یہ ہے:

۸

(الف و ب) تسبیح و تحمید: سبحان اللہ و الحمد للہ

حضرتِ حق جل وعلا کی نصف تعریف وثناء سبُحان اللہ ہے اور نصف الحمد للہ ہے۔

یہ دونوں ذکر مل کر ہی دراَصل حق تعالیٰ کی پوری تعریف و ثناء کی تکمیل کرتے ہیں؛ کیوں کہ سبحان اللہ میں حق تعالیٰ کی تقدیس و تنزیہ ہے اور تمام صفاتِ نقص (مثلاً: عیب، عجز، ضعف، بخل، تھکن، نیند، غفلت، جہل، نسیان، احتیاج، زوال، موت، خودغرضی، خونی رشتوں وغیرہ) سے نفی و اِنکار ہے۔ اور الحمد للہ میں اُس کی حمد و ثناء اور جملہ صفاتِ کمال (مثلاً: حسن، قدرت، قوت، کمال، جود، رحم، تیقظ، خبر، علم، حفظ، بے نیازی، اَبدیت، بقاء، کرم، عُلو وغیرہ) کا اِثبات و اِقرار ہے۔ پس حق تعالیٰ کی پوری پوری حمد وثناء یوں ہوئی کہ ''اُس ذاتِ پاک میں عیب کوئی نہیں اور خوبیاں سب ہیں''۔ اسی لیے یہ دونوں ذکر زیادہ تر ملا کر استعمال ہوتے ہیں، مثلاً: سبحان اللہ و بحمدہٖ۔

بعض عارفینؒ کا اِرشاد ہے کہ **''حق تعالیٰ بندوں سے اَپنی حمد وثناء سے زیادہ اَپنی تنزیہ اور سماتِ نقص سے پاکی سُننا پسند فرماتے ہیں''**۔ ؛ اس لیے تسبیح خود بھی مستقل ذکر ہے اور اسی لیے وہ اِس ترتیب میں دوسرے اَذکار سے مقدّم ہے۔

مگر بندہ جب تسبیح کے ذریعہ نقائص سے حق تعالیٰ کی نزاہت و پاکی کا اعتراف کرے گا تو معاً اُسے اَپنے اَندر یہ صفاتِ نقص محسوس بھی ہوں گے۔ یہی معرفتِ نفس ہے۔ یہ بندہ پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس لیے میرے نزدیک سبحان اللہ کے

ذکر کا حق یہ ہے کہ دَس پانچ بار اس کے تلفظ اور اس سے تلذذ کے بعد ایک بار زبان سے یہ اعتراف بھی کرلیا جایا کرے کہ: **"پاک ذات صرف اللہ کی، عیبوں سے بھرا تو میں ہوں"**۔ اور اِسی طرح الحمد للّٰہ کا دَس پانچ بار تلفظ اور اس سے تلذذ کے بعد ایک بار زبان سے یہ اعتراف بھی ضرور کیا جائے کہ: **"خوبیاں اور اُن پر تعریف کا استحقاق تو صرف خدائے پاک میں ہے۔ میرے اندر نہ کوئی خوبی نہ میں تحسین کا مستحق، میں تو خوبیوں سے کورا اور عاری ہوں"**۔

یہی مقام ہے "مَنْ عرف نفْسَه فقدْ عرَف ربّه" کا اَور یاد رکھیے کہ ان کلمات سے جب تک "عرفانِ رب" کا کام لیا جائے گا اُس وقت تک تو یہ کلمات "ذکراللہ" ہیں؛ لیکن جب ان سے "عرفانِ نفس" کا کام لیا جائے گا تو پھر یہی کلمات مِصقَلَة اور صقالة (صفائی قلب کا ذریعہ) بن جائیں گے؛ کیوں کہ اس صورت میں اس سے نفس کا کچھ نہ کچھ زنگ چھوٹنا شروع ہوگا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ: "لکلّ شئ صقالة و صقالة القلوب ذکر الله" تو میرے نزدیک اس کا ایک محمل یہی "طریقِ ذکر" ہے اور اگر اس طریقِ ذکر پر کچھ عرصہ خلوص و اِنہماک سے دَوام کیا جائے تو اِن شاء اللہ یہی ذکر بندہ کے قلب سے چند رَذائل —مثل: عُجب، حبّ جاہ، حسد وہویٰ وغیرہ— کو کُھرچ کر پھینک دے گا اور رَحمت کی ہوائیں قلب مومن کے اس جدید خلا کو فضائل —مثل: خمول، فنا، حمد، قناعت وغیرہ— سے معمور کردیں گی۔ و ذلک ھو الفوز العظیم و ما ذلک علی اللّٰہ بعزیز

نکتہ: بہتر یہ ہے کہ نفس کے تزکیہ و تنقیہ کے اس نسخہ کو زیادہ قوی اور دو آتشہ بنانے کے لیے اس ذکر کے تلفظ سے قبل یہ نیت احتساب بھی کر لے کہ:

"اے رب! میں تو اس ذکر سے تیری رضا اور یہ اجر و ثواب چاہتا ہوں کہ میرے قلب سے فلاں فلاں رَذائل زَائل ہو جائیں اور فلاں فلاں فضائل داخل ہو جائیں"۔ اَور اس کے ختم کے بعد بہ صیغۂ دعاء و التجا پھر یہی عرض کرے۔ یقین ہے کہ حق تعالیٰ ایک عبد مومن کے اِس حسنِ ظن کی لاج رکھ لیں گے۔

(ج) تہلیل: لَا إِلٰہ إِلّا اللّٰہ

جب بندہ کو اللہ پاک وتعالیٰ کی صفاتِ عالیہ کے بارے میں فی الجملہ معرفت (اور اُس کی روشنی میں کچھ معرفتِ نفس بھی) تسبیح وتحمید سے ہوگئی تو اَب "صفات" سے آگے بڑھ کر خود ذاتِ حق کے متعلق بھی کچھ معرفت اور تعلیم ضروری ہوئی؛ تا کہ خالی الذہن بندہ کو عقیدۂ صحیحہ ملے اور بھٹکے ہوئے بندہ کے غلط عقیدہ کی اصلاح ہو۔ خوب کہا ہے اُردو کے حافظ شیرازی حضرتِ اصغرؒ نے ؎

مذاقِ سجدہ کو شائستہ و مکمل کر
جہاں نے یوں تو بنائے ہزارہا معبود

اور احقر کا شعر ہے ؎

اے عندلیب! تو بھی عجب کم نظر سی ہے
گل میں خرام و غمزہ و برقِ نظر کہاں

اس لیے لَا إِلٰہ إِلّا اللّٰہ کے ذریعہ اسے تعلیم دی گئی کہ پہلے ہر چیز کی محبت کو، ہر طاقت واقتدار کے دَباؤ کو، ہر بڑائی اور بزرگی کے اَثر کو دِل سے نکال دے، قلب کو تمام تعلقات سے خالی کرلے، پھر دِل میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو اپنا معبود، اپنا قبلۂ مقصود بنائے۔ بشر ساری کائنات سے اَفضل ہے تو بشر بھی کائنات کی کسی چیز کے سامنے نہ جھکے، اپنے کو کائنات سے کم نہ سمجھے نہ اُن سے مدد مانگے؛ بل کہ صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے، اُسی سے ہر کام میں مدد مانگے، حضراتِ عارفینؒ کا ارشاد وتجربہ ہے کہ یہ کلمہ قلب مومن میں محبت حق پیدا کرنے کا بڑا زود اَثر نسخہ ہے۔ شرط یہ ہے کہ ذکر بے خیالی سے نہ کرے؛ بل کہ حق تعالیٰ کے قرب ومعیت کا زیادہ سے زیادہ استحضار و تصور کر کے یہ ذکر کرے۔

یہ کلمہ تہلیل، کلمہ توحید ہے۔ تمام مفرد اَذکار میں سب سے بدرجہا اَفضل ہے؛ کیوں کہ حق تعالیٰ کی ذاتِ بے نشاں کا اگر کچھ سراغ ملتا ہے تو اِسی کلمہ سے ملتا ہے۔ جس نے جس قدر زیادہ سوز وخلوص سے، ذوق اور شوق سے، جوش اور تڑپ سے اس کا تلفظ اور اس سے تلذذ کیا اُتنا ہی زیادہ اس کلمہ نے اسے ذاتِ بے نشاں کے قریب اور اُس کے سامنے حاضر کردیا۔ اُس قرب کی کیفیت کیا بیان کیجئے۔ کسی نے اُسے وَصل اور وُصول سے تعبیر کیا۔ کسی نے اس کو رُویت ومشاہدہ کہا۔ کسی نے اپنی ذات کو بھی معدوم وغیر محسوس سمجھا اور ان کو موجود جانا۔ کسی نے غلبۂ استغراق میں یہ محسوس کیا کہ صرف میں ہی موجود ہوں۔ (معاذ اللہ)

مناسبت مقام کے لحاظ سے چند اشعار لکھتا ہوں:

سرّ ذاتِ رحماں ہے لا الٰہ الا اللہ
وصف خاصِ یزداں ہے لا الٰہ الا اللہ
اَہل دِل کا ایماں ہے، اَہل دِل کی یہ جاں ہے
کیوں کہ دید جاناں ہے لا الٰہ الا اللہ
ہے یہی مئے اسلام، اس کا رنگ و بوٗ ایمان
کیف اس کا احساں ہے لا الٰہ الا اللہ
بادہ ہے یہ وحدت کا، مادّہ أَنَا الحق کا
نشّہ اِس میں پنہاں ہے لا الٰہ الا اللہ
یاد میں کروں ''اُن کو'' ذکر ''وہ'' کریں میرا
عین لطفِ جاناں ہے لا الٰہ الا اللہ
چھوڑ مت اسے اے دل، کھینچ پوری طاقت سے
یہ ''کسی'' کا داماں ہے لا الٰہ الا اللہ
جان، شرمِ عصیاں سے کیوں سر آج کھوتے ہو؟
شافعِ مسلماں ہے لا الٰہ الا اللہ

اس کے پہلے جزو میں نفی ہے حق تعالیٰ کے کسی شریک، ہمسر، مددگار کی خواہ وہ بندہ کا نفس ہو یا کوئی دوسری مخلوق، مطلب یہ ہے کہ نہ ذاکر کا نفس اَب اُس کا

قبلۂ مقصود بن سکتا ہے نہ کائنات کی کوئی چیز۔ اَور اس کے دوسرے جزو میں اثبات و اقرار ہے حق تعالیٰ کی وحدانیت کا، اس کی ربوبیت کا، اس کی معبودیت کا، اِسی کلمہ میں أشهد کا اضافہ کرکے اسے ''کلمہ شہادت'' کہتے ہیں۔ ترتیب میں اسے تیسرے نمبر پر رَکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ جب بندہ نے سبحان اللّٰہ سے تنزیہ اور الحمدللّٰہ سے تحمید کرکے اسم رب کی فی الجملہ معرفت اور اس سے قرب حاصل کر لیا تو اَب وہ ترقی کرکے ذاتِ بےنشاں کی طرف بڑھتا ہے۔ اور چوں کہ وہ ساری کائنات کو اور خود اَپنی ذات کو عاجز و ناقص پا چکا ہے؛ ؛ اس لیے لا إلٰہ کہتا ہے۔ یعنی ان سب کو اپنا قبلۂ توجہ بنانے سے اِنکار کرتا ہے، سب سے قلب کو خالی کرتا ہے، اس خلا کو جلد ہی عنایت حق اپنے ذکر اسم سے، اپنی فکر سے، اپنے تصور سے، اپنے مشاہدہ سے [حسب استعدادِ ذاکر] پُر فرما دیتے ہیں۔ یعنی ذاکر دربارِ قرب میں پہونچنے کا اَہل بن جاتا ہے۔

نکتہ: بہتر یہ ہے کہ اسے زود اَثر بنانے کے لیے اس کے تلفظ سے قبل یہ نیت احتساب بھی کر لے: ''**اے اللّٰہ! میں تو اس ذکر کو آپ کی رضا کے لیے اور اس اجر وثواب کے لینے کے لیے پڑھتا ہوں کہ ہر قسم کے کفر، ارتداد، شرک، نفاق، ریا، ہویٰ، شک، وسوسہ سے محفوظ رہوں اور توحید، اخلاص، یقین، صدق، محبت پاسکوں**''۔ پھر ختم کے بعد بہ صیغۂ دعا والتجا یہی عرض کرے۔ حدیث ''أنا عند ظن عبدی بی'' کے مضمون سے رجاءِ کامل ہے کہ ذاکر کا نفس (أمّارة و لوّامة) کچھ عرصہ میں مُطمئنّة بن جائے گا۔

(د) تکبیر: اللہ أکبر

پھر جب بندہ اللہ کی ذات اور صفات کی فی الجملہ معرفت حاصل کر چکا تو وہ اس اعتراف پر مجبور ہو جاتا ہے کہ: ''اللہ کی ذات بہت بزرگ و عالی ہے۔ ساری کائنات سے بزرگ تر ہے اور سارا عالم کمتر اور حقیر تر ہے۔ اس مرحلہ پر وہ اللّٰہ أکبر پُکار اُٹھتا ہے۔ یہ کلمہ ذاکر کو مجبور کرتا ہے کہ کبریائی، بڑائی اللہ کے سوا کسی میں نہ دیکھے کبریائی کو صرف حق تعالیٰ کے لیے مخصوص جانے۔ خود بڑا بننا، خود کو بڑا سمجھنا، شرک اور کفر کی طرح بُرا جانے۔

بندہ جب اللّٰہ اکبر کہتا ہے تو (حدیث میں ہے کہ) حق تعالیٰ اُسے سُن کر فرماتے ہیں کہ: ''ہاں سب سے بڑا بس میں ہی ہوں''۔

نکتہ: بہتر یہ ہے کہ اس ذکر کا پورا فائدہ اٹھانے کے لیے اس کے تلفظ سے قبل یہ نیت احتساب بھی کر لے کہ: **''اے اللہ! میں یہ ذکر آپ کی رضا کے لیے یہ ثواب لینے کی نیت سے پڑھتا ہوں کہ مجھے کبر جیسے خبیث مرض سے بچائے رکھیے اور تواضع للّٰہی نصیب فرمائیے۔ یا اللہ! میں تو اس ذکر کا یہی صلہ لوں گا''۔** پھر بعد ختم بہ صیغۂ دعاء والتجا بھی یہی عرض معروض کرے۔ تو اُمید واثق ہے کہ بندہ کے اِس عزم و اِلحاح اور جزم و رجا کو دیکھ کر حق تعالیٰ اُسے ضرور نواز دیں گے۔

(۵) حوقلہ: لا حول و لا قوۃ إلّا باللّٰہ

حق تعالیٰ کی تنزیہ، حمد، توحید اَور کبریائی کی تعلیم اَور معرفت کے بعد اسلام یہ تعلیم دینا چاہتا ہے کہ بندہ ہر قسم کی قوت، قدرت، حول وتصرف کو صرف حق تعالیٰ کے اندر جانے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں نہ کوئی اَثر و طاقت سمجھے نہ کسی سے خوف کرے نہ کسی سے اُمید رکھے۔ نفع پہونچانا، ضرر پہونچانا، حاجات سننا اَور پوری کرنا، حالات بدلنا (کمزور کو قوی یا قوی کو کمزور بنانا، زِندہ کو مُردہ یا مُردہ کو زِندہ کرنا، صاحب تاج کو محتاج اور فقیر کو صاحب تاج بنانا، تندرست کو بیمار اور بیمار کو تندرست کردینا۔ اَشیا و اَعمال میں اچھی یا بری تاثیر و خاصیت پیدا کرنا) سب کو اُسی قادرِ مطلق کا کام جانے۔ دوا اَور دُعا تو ایک بہانہ ہے حاجت تو بس خدا پُوری کرتا ہے۔ آگ تو ایک پردہ ہے؛ وَرنہ جلانے اور گرانے کا کام حق تعالیٰ کرتے ہیں۔ دُوست اور دُشمن ظاہری سبب ہیں؛ وَرنہ رنج و راحت پہونچانے والے صرف حق تعالیٰ ہیں۔ ساری مخلوق مل کر بھی کسی کو نفع یا ضرر پہونچانے سے عاجز ہے، ہاں خدا کا حکم ہو تو نفع یا ضرر پہنچتا ہے۔

نکتہ: بہتر یہ ہے کہ اس کے تلفظ سے قبل یہ نیت احتساب بھی کرلے کہ: **"اے کریم! میں یہ ذکر آپ کی رضا کے لیے یہ ثواب لینے کو پڑھتا ہوں کہ ہر غیر اللہ کا خوف، ہر ماسوی اللہ سے اُمید و توقع میرے دل سے نکل جائے اور میں کوئی تاثیر، کوئی قدرت، کوئی طاقت، حالات بدلنے والی کسی اور میں نہ سمجھوں، میرے اندر یہ یقین پیدا ہوجائے کہ ہر طاقت آپ کی طرف سے ہے، بس میں تو یہی ثواب لوں گا"۔**

پھر بعد ختم بھی بصیغۂ دعا یہی کہے اور اُسی خدا سے اُمید کامل رکھے کہ حسب دُستور اَور مصلحت ذاکر کے اندر یہ یقینی کیفیت پیدا فرمائے گا کہ ہر غیر اللہ سے ضرر کا خوف، نفع کی رجا (اُمید) دِل سے نکل جائے اور خشیت، تقویٰ، توکل قلب میں رچ بس جائیں گے۔

افسوس کہ ہم نے اس عظیم النفع ذکر کا حق نہ پہچانا، ہم نے اسے طبعی کراہت و نفرت کے اظہار کا ذریعہ بنایا اور اس کے اصل برکات سے محروم رہے۔ یہ کلمہ قریب قریب کلمہ توحید (لاالٰہ الااللہ) کے درجہ کا ہے۔ تہلیل میں ذاتِ حق کی توحید ہے اوراس میں افعالِ حق کی توحید ہے۔ تہلیل میں ہر غیر اللہ کے معبود و مقصود بنانے کی نفی ہے، اِس میں ہر ماسوی اللہ کو نافع، ضار جاننے کی نفی ہے۔ یہ نہایت بلند پایہ اور پُر تاثیر کلمہ ہے؛ اسی لیے حضور ﷺ نے اِسے تحت العرش خزانوں کی کنجی فرمایا جس طرح تہلیل جنت کی کنجی ہے، اس کے لیے فرمایا یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ بہت سے امراض کی خاص کر فکر و پریشانی، فقر و تنگ دامانی کی دوا ہے۔

(و) استغفار و توبہ: أستغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب و أتوب إلیه

بندہ جب اَذکارِ خمسہ (کلمہ تمجید) سے اللہ تعالیٰ کے مجد و بزرگی کا یقین حاصل کر لیتا ہے تو اُس کے سامنے ایک طرف تو ''معرفتِ رب'' کے مقامِ رفیع سے رہ رہ کر تجلیاں ظاہر ہونے لگتی ہیں اور دوسری طرف ''معرفتِ نفس'' کے مقامِ بعید سے بھی رہ رہ کر ایک بجلی کوندتی نظر آتی ہے کہ: ''آہ! میں نے نہ جانے کتنی بار خود اپنے نفس کو

نقص و عیوب سے پاک سمجھا، اپنے اندر خوبیاں دیکھیں، اپنی خواہشات کو مقصود و معظم بنایا، اپنے کو بڑا اَور دوسروں کو حقیر جانا، اپنے عمل پر بھروسہ کیا اور اُسے اچھا سمجھا"۔ ان تجلیوں کے کوندنے سے وہ شرم سے زمین میں گڑنے لگتا ہے اور بے چین ہو کر اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے خدا سے عفو و درگزر کا طالب ہوتا ہے، اس فعل سے گناہوں کا بوجھ کچھ ہلکا اور قلب کچھ ساکن ہوتا ہے، اس استغفار کی کثرت سے قلب سے ظلمت دور ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے نور، رحمت اور سکینت کی بارشیں ہونے لگتی ہیں۔

(ز) صلاۃ و سلام: أصلّی و أسلّم علیٰ نبیه المصطفیٰ و رَسوله المرتضیٰ (صلی اللّٰہ علیه و سلم)

اس مرحلہ پر ایک حق شناس بندہ کو خیال آتا ہے اور آنا چاہیے کہ حق تعالیٰ کی یہ معرفت مجھ نالائق کو تو حضرت سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، نورِ مجسم، رحمت عالم ﷺ کے طفیل ہی میں حاصل ہو سکی ہے تو وہ حق شناسی اور فدائیت کے جذبہ سے کہہ اُٹھتا ہے کہ:

ع صدقے اس ساقی کے جس نے درد پیدا کر دیا

اور خلوص و نیاز اور محبت کا ہدیہ اور دُرود و سلام کا تحفہ حضور ﷺ کے دَربار میں بھی پیش کرتا ہے۔ أللّٰهم صلّ علیٰ نبیّک و حبیبنا محمد و علیٰ أزواجه و أصحابه و ذریّته و بارک و سلّم۔

خاتمہ:

ان اذکار کی حقیقت، اہمیت اور رفعت ہم بھلا از خود کیا جان سکتے تھے۔ اَحادیث میں کہیں ان کو أحبّ الکلام إلی اللّٰہ فرمایا، کہیں ما أثقلھنّ فی المیزان فرمایا، کہیں ان کو ''باقیات صالحات'' کا لقب دیا گیا۔ اِن ارشادات سے سمجھ میں آتا ہے کہ یہ بندۂ مومن کے لیے بے حد نافع ہیں۔ جسم انسانی کے لیے جس طرح مادّی غذا ضروری ہے اُسی طرح روحِ انسانی کے لیے یہ اَذکار ناگزیر ہیں؛ بل کہ جیسا اُوپر عرض کیا گیا کہ یہ اذکار گویا اَمراضِ نفس کے لیے ایک پورا خدائی دوا خانہ ہیں۔ اگر حق تعالیٰ نے جسمانی اَمراض پیدا کرنے کے ساتھ اُن کی دوائیں بھی خود ہی پیدا فرمائی ہیں تو یقین کیجیے کہ خدا ہی نے روحانی اور قلبی امراض پیدا کرنے کے ساتھ اُن کی دوائیں بھی خود ہی نازل اور عام فرمادی ہیں۔ نفسانی امراض میں مثلاً: کبر، عُجب، حبّ جاہ، حسد، حرص، ریا، ہویٰ، شک، وَسوسہ، دعویٰ، عصیان، غفلت، کفران، غضب، حقد، سوءِ ظن وغیرہ بہت عام؛ مگر سخت ہیں۔ حق تعالیٰ کی کتنی شفقت ہے کہ ان اَمراض کا علاج ہومیو پیتھک گولیوں کی طرح ان مفت کی بولیوں کے ذریعہ اُتارا ہے اور ان کے استعمال کی ترغیب اس طرح دلائی کہ فرمایا ''ہمیں اس کا پڑھنا بہت پسند ہے، یہ نامۂ اعمال میں وزن بڑھاتی ہیں، ان کا فائدہ مَرنے کے بعد بھی ملتا رہے گا، ہم ان کے بدلے جنت میں شاداب درخت لگادیں گے۔ غور کرنے سے معلوم ہوجائے گا کہ انھیں اَذکار سے نہ صرف مذکورہ رَذائل کا اِزالہ ہوتا ہے؛ بل کہ انھیں اَذکار کے تلفظ کے وقت معمولی توجہ ونیت سے مذکورہ رَذائل کے مقابل یہ فضائل مثلاً: للّٰہی تواضع، فنا، خمول، رضا، قناعت، اِخلاص،

عُبودیت، یقین، محبت، اِطاعت، ذکروفکر، شکر، صبر، حلم، کرم، حسنِ ظن وغیرہ بھی حاصل ہوجاتے ہیں وھٰذا ما نبغی اور یہی ہمارا مقصود ہونا چاہیے، صرف خلوص واہتمام کی ضرورت ہے۔

(اللھم وفقنا لما تحب و ترضیٰ واجعل آخرتنا خیراً من الاولیٰ آمین ثم آمین)

جسمانی امراض کے سہل؛ مگر نافع علاج کا ایک طریق ''ہومیو پیتھک'' مشہور ہے، اس رنگ پر اگر اس خدائی مطب کا نام ''ہولیو پیتھک'' رکھ دیا جائے تو نامناسب نہ ہوگا۔ ''ہولی'' انگریزی میں ''مقدس ومتبرک'' کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ''مقدس طریق علاج''۔! (۱۲/ازسراجؔ)

☆☆☆